گئودان

(۱)

ہوری رام نے دونوں بیلوں کو چارا پانی دے کر اپنی بیوی دھنیا سے کہا "گوبر کو اُدکھ گوڑنے بھیج دینا، میں نجانے کب لوٹوں۔ ذرا میری لاٹھی دے دینا"

دھنیا کے دونوں ہاتھ گوبر سے لت پت ہو رہے تھے، اُپلے پاتھ کر آئی تھی۔ بولی "ارے کچھ سربت پانی تو کر لو، ایسی جلدی کیا ہے؟"

ہوری نے اپنے جھرّی پڑے ماتھے کو سکیڑ کر کہا "تجھے سربت پانی کی پڑی ہے، مجھے یہ پھکر (فکر) ہے کہ دیر ہو گئی تو مالک سے بھینٹ نہ ہوگی۔ اسنان دھیان کرنے لگیں گے تو پہردِں بیٹھے بیت جائے گا۔"

"اسی لئے تو کہتی ہوں کہ کچھ جل پانی کر لو اور آج نہ جاؤ گے تو کون ہرج ہو جائے گا؟ ابھی تو پرسوں گئے تھے۔"

"تو جو بات سمجھتی نہیں اس میں کیوں ٹانگ اڑاتی ہے؟ میری لاٹھی دے دے اور اپنا کام دیکھ! یہ اسی ملتے جلتے رہنے کا پھل ہے کہ اب تک جان بچی ہوئی ہے، نہیں تو کہیں پتہ بھی نہ لگتا۔۔۔۔۔۔۔ کدھر گئے گاؤں میں

اتنے آدمی تو ہیں۔ کس کی بیدخلی نہیں ہوئی ؟ کس پر کڑکی (قرقی) نہیں آئی ؟ جب دوسروں کے پاؤں تلے اپنی گردن دبی ہوئی ہے تو ان کو سہلانے ہی میں بھلائی ہے۔"

دھنیا دُنیوی معاملات میں اتنی ہوشیار نہ تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ہم نے زمیندار کے کھیت جوتے ہیں تو وہ اپنا لگان ہی تو لے گا، اس کی خوشامد کیوں کریں ؟ اس کے تلوے کیوں سہلائیں ؟ اگرچہ اسے اپنی متاہلانہ زندگی کے ان بیس برسوں میں اس بات کا کافی تجربہ ہوگیا تھا کہ چاہے جتنی کتر بیونت کرو، کتنا ہی پیٹ کاٹو، چاہے ایک ایک کوڑی دانت سے پکڑو پر لگان کا ادا ہوجانا مشکل ہے، پھر بھی وہ ہار نہ مانتی تھی اور اس مسئلہ پر آئے دن میاں بیوی میں جھگڑے ہوتے ہی رہتے تھے، ان کی چھ اولادوں میں اب صرف تین زندہ تھیں۔ ایک لڑکا گوبر اب کوئی سولہ سال کا تھا۔ دو لڑکیاں تھیں۔ سونا اور روپا ان کی عمر بارہ اور آٹھ سال تھی۔ تین لڑکے بچپن ہی میں مر گئے تھے۔ اس کا دل آج بھی کہتا تھا کہ ان کی دوا دارو ہوتی تو بچ جاتے! مگر وہ ایک دمڑی کی دوا بھی نہ منگا سکی تھی۔ ابھی اس کی عمر کیا تھی ؟ چھتیسواں سال ہی تو تھا مگر سر کے سارے بال پک گئے تھے۔ چہرے پر جھریاں تھیں۔ جسم ڈھل گیا تھا۔ خوب صورت گندمی رنگ سانولا پڑ گیا تھا اور آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا۔ یہ سب کچھ پیٹ کے فکر ہی کے سبب تو تھا۔ کبھی تو جینے کا سکھ نہ ملا! اس دائمی خستہ حالی نے اس کی خودداری کو بے دلی میں تبدیل کر دیا تھا۔ جس گرہستی میں پیٹ کو روٹیاں بھی نہ مل سکیں اس کے لئے اتنی خوشامد کیوں؟ ان حالات سے اس کا دل برابر بھڑکتا رہتا تھا اور دو چار جھڑکیاں سُن لینے ہی پر اسے اصلیت کا پتہ

چلتا تھا۔

اس نے ہار کر ہوری کی لاٹھی، مرزئی، پگڑی، جوتے، تمباکو کا بٹوا سب لاکر اس کے سامنے پٹک دئے

ہوری نے اس کی طرف تیوری چڑھا کر دیکھتے ہوئے کہا: "کیا سسرال جانا ہے جو پانچوں پوساک لائی ہے؟ وہاں بھی تو کوئی جوان سالی سرہج نہیں بیٹھی ہے جسے جاکر دکھاؤں۔"

ہوری کے گہرے سانولے پچکے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی دھنیا نے شرماتے ہوئے کہا: "ایسے ہی تو بڑے سجیلے جوان ہو کہ سالی سرہجیں دیکھ کر ریجھ جائیں گی۔"

ہوری نے پھٹی مرزئی بڑی چوکسی سے تہ کر کے چارپائی پر رکھتے ہوئے کہا: "تو کیا تو سمجھتی ہے کہ میں بوڑھا ہوگیا؟ ابھی تو چالیس برس بھی پورے نہیں ہوئے۔ مرد ساٹھے پر پاٹھا ہوتا ہے۔"

"جاکر شیشے میں منہ دیکھو۔ تم جیسا مرد ساٹھے پر پاٹھا نہیں ہوتا، دودھ گھی آنکھیں آنچنے تک تو ملتا نہیں، پاٹھے ہوں گے! تمھاری دسا دیکھ دیکھ کر تو میں اور سوکھی جاتی ہوں کہ بھگوان! یہ بڑھاپا کیسے کٹے گا۔ کس کے دوارے بھیک مانگیں گے؟"

ہوری کی وہ عارضی مسکراہٹ حقیقت کی اس آنچ میں گویا جھلس گئی۔ لاٹھی سنبھالتا ہوا بولا: "ساٹھے تک پہنچنے کی نوبت نہ آنے پائے گی دھنیا! اس کے پہلے ہی چل دیں گے۔"

دھنیا نے آزردگی سے کہا: "اچھا رہنے دو، منہ سے اسبھ نہ نکالو۔ تم سے کوئی اچھی بات بھی کہے تو کوسنے لگتے ہو۔"

ہوری لاٹھی کندھے پر رکھ کر گھر سے نکلا تو دھنیا دروازہ پر کھڑی ہوئی اسے دیر تک دیکھتی رہی اس کے مایوسانہ الفاظ نے دھنیا کے چوٹ کھائے ہوئے دل میں ہلچل سی پیدا کر دی تھی وہ گویا استری دھرم کے پوری تپسیا کے ذریعہ اپنے شوہر کو بلاؤں سے بچائے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے دل سے گویا ایک گڑھ (حصار) سا نکل کر ہوری کو محصور کئے لیتا تھا۔ مصیبت کے اس اتھاہ ساگر میں صرف سہاگ ہی وہ تنکا تھا جس کے سہارے وہ اسے پار کر رہی تھی۔ ہوری کے دل شکن الفاظ شاید سچ ہوتے پر بھی گویا جھٹکا دیکر اس کے ہاتھ سے اس کمزور سہارے کو چھین لینا چاہتے تھے۔ بلکہ الفاظ کے سچ ہونے کا امکان ہی انہیں اتنا تکلیف دہ بنا رہا تھا۔ کانے کو کانا کہنے سے جو دکھ ہوتا ہے کیا دو آنکھوں والے آدمی کو ہو سکتا ہے؟

ہوری قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ پگڈنڈی کے دونوں طرف ایکھ کے پودوں کی لہراتی ہوئی ہریالی کو دیکھ کر اس نے دل میں کہا۔ بھگوان کہیں ٹھیک برکھا کر دیں اور بیڑ بھی ٹھیک سے رہیں تو ایک گائے جرور (ضرور) لے گا۔ دیسی گائیں تو نہ دودھ دیں اور نہ ان کے بچھڑے ہی کسی کام کے ہوں۔ ہاں بہت ہوا تو تیلی کے کولہوں میں چلے! نہیں، وہ پچھائیں گائے لے گا۔ اس کی سیوا کرے گا۔ کچھ نہیں تو چار پانچ سیر دودھ ہوگا گوبر دودھ کے لئے ترس کر رہ جاتا ہے۔ اس عمر میں نہ کھایا پیا تو پھر کب کھائے گا؟ سال بھر بھی دودھ پا جائے تو دیکھتے بنے۔ بچے بھی اچھے بیل نکلیں گے۔ دو سو سے کم کی جوڑی نہ ہوگی۔ پھر گئو سے تو دروازے کی سوبھا ہے۔ سویرے سویرے گئو کے درشن ہو جائیں تو کیا کہنا نہ جانے کب یہ سادھ پوری ہوگی، وہ سبھ دن کب آئے گا؟

ہر گرست آدمی کی طرح ہوری کے دل میں بھی گائے رکھنے کی خواہش مدت سے تھی۔ یہی اس کی زندگی کا بہترین خواب، اس کے دل کی سب سے بڑی لگن تھی۔ بینک کے سود سے لطف اٹھانے یا زمین خریدنے یا محل بنانے کے لمبے چوڑے منصوبے اس کے ننھے سے دل میں کیسے سما سکتے تھے؟

جیٹھ کا سورج آموں کے بھُرمٹ سے نکل کر آسمان پر چھائی ہوئی سُرخی کو اپنی صاف اور تیز روشنی سے چمکاتا ہوا بلند ہو رہا تھا۔ ہوا گرم ہونے لگی تھی۔ دونوں طرف کھیتوں میں کام کرنے والے کسان اسے دیکھ کر "رام رام" کہتے اور آدر کے ساتھ چلم پینے کے لئے بلاتے مگر ہوری کو اتنی فرصت کہاں تھی؟ اس آدر سے اس کے دل میں رہنے والی عزت کی خواہش، اس کے خشک چہرے پر غرور کی جھلک لا رہی تھی۔ مالکوں سے ملتے رہنے ہی کا تو یہ پھل ہے کہ آج سب اس کا آدر کرتے ہیں، نہیں تو کون پوچھتا؟ پانچ بیگھے کے کسان کی بساط ہی کیا؟ یہ کم عزت نہیں ہے کہ تین تین چار چار ہل والے مہتو لوگ بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

اب وہ کھیتوں کے درمیانی راستہ کو چھوڑ کر ایک نشیب میں آگیا تھا جہاں برساتی پانی بھر جانے کے سبب کچھ نمی رہتی تھی اور جیٹھ میں بھی کچھ ہریالی نظر آتی تھی۔ قریب کے گاؤں کی گائیں وہاں چرنے آیا کرتی تھیں اِس لئے اُس میں بھی وہاں کی ہوا میں کچھ تازگی اور ٹھنڈک تھی۔ ہوری نے دو تین زور کے سانس لئے۔ جی میں آیا، کچھ دیر یہیں بیٹھ جائے، دِن بھر تو لُو میں مرنا ہی ہے! کئی کسان اس جگہ کا پٹہ لکھانے کو تیار تھے، اچھی رقم لیتے تھے مگر بھگوان بھلا کرے رائے صاحب کا، انھوں نے صاف کر دیا کہ یہ زمین چرائی کے لئے چھوڑ دی گئی ہے

اور کسی مول پر بھی نہ دی جائے گی۔ کوئی سوارتھی (خود غرض) زمیندار ہوتا تو کہتا گائیں جائیں بھاڑ میں ہمیں روپئے ملتے ہیں، کیوں چھوڑیں؟ مگر رائے صاحب ابھی تک پرانی آن نبھائے جاتے ہیں۔ جو مالک رعیت کو نہ پالے وہ بھی کوئی آدمی ہے؟

دفعتاً اس نے دیکھا کہ بھولا اپنی گائیں لئے اسی طرف چلا آرہا تھا وہ اسی گانوں سے ملے ہوئے مزرعے کا گوالا تھا اور دودھ مکھن کا کاروبار کرتا تھا۔ اچھی قیمت مل جانے پر کبھی کبھی کسانوں کے ہاتھ گائیں بیچ بھی دیتا ہوری کا دل گایوں کو دیکھ کر للچا گیا۔ اگر بھولا وہ آگے والی گائے اسے دے دے تو کیا کہنا۔ روپئے آگے پیچھے لیتا رہے گا۔ وہ جانتا تھا کہ گھر میں روپے نہیں ہیں۔ ابھی تک لگان نہیں چکا سکا۔ بسیسر ساہ کا دینا بھی پڑا ہے جس پر ایک آنہ روپئے کا سود چڑھ رہا ہے۔

لیکن مفلسی میں ایک طرح کی کوتاہ اندیشی ہوتی ہے، وہ بے حیائی جو تقاضا، گالی اور مار سے خوف نہیں کھاتی، اس نے ہوری کو حوصلہ دلایا وہ سادھ جو برسوں سے من میں تھی، اس نے طبیعت کو بیچین کر دیا۔ وہ بھولا کے پاس جا کر بولا:۔ رام رام بھولا بھائی، کہو کیا رنگ ڈھنگ ہیں؟ سنا ہے ابکی میلے سے نئی گائیں لائے ہو۔"

بھولا نے اس کے دل کی بات تاڑ لی تھی، رکھائی سے جواب دیا "ہاں، دو بچھیا اور دو گائیں لایا پہلے والی گائیں سب سوکھ گئی تھیں بندھی جگہ دودھ نہ پہنچے تو گذر کیسے ہو؟"

ہوری نے آگے والی گائے کے پٹھے پر ہاتھ رکھ کر:۔ دودھار تو جان پڑتی ہے، کتنے میں لی؟"

بھولا نے شان جمائی : اب کی بازار بہت چڑھا ہوا تھا مہتو، اس کے اسّی روپئے دینے پڑے۔ آنکھیں نکل آئیں۔ تیس تیس تو دونوں بچھیوں کے دئے اس پر گاہک روپئے کا آٹھ سیر دودھ مانگتا ہے۔"

بڑا بھاری کلیجہ ہے ہم لوگوں کا بھائی! لیکن پھر لائے بھی تو وہ مال کہ یہاں دس پانچ گانوں میں تو کسی کے پاس نکلے گا نہیں۔"

بھولا پر نشہ چڑھنے لگا۔ بولا "بھی رائے صاحب اس کے نوّے روپئے دیتے تھے اور دونوں کلوروں (بچھیوں) کے پچاس پچاس، پر ہم نے نہ دیا۔ بھگوان نے چاہا تو سو روپئے اسی بیلنے (جننے) میں پیٹ لوں گا۔"

اس میں کیا شک ہے بھائی۔ مالک کیا کھا کے لیں گے؟ بھینٹ نجرانے (نذرانے) میں ملجائے تو بھلے ہی لے لیں۔ یہ تمھیں لوگوں کا گردہ ہے کہ آنچل بھر روپئے بھاگ کے بھروسے گن دیتے ہو۔ یہی جی چاہتا ہے کہ اس (گائے) کو دیکھتا ہوں۔ دھنیہ ہے تمھارا جینا کہ گیوؤں کی اتنی سیوا کرتے ہو۔ ہمیں تو گائے کا گوبر بھی میسر نہیں۔ گرست کے گھر میں ایک گائے بھی نہ ہو تو کتنے لاج کی بات ہے۔ سال کا سال بیت جاتا ہی، گورس (دودھ دہی وغیرہ) کے درسن نہیں ہوتے۔ گھروالی بار بار کہتی رہے، بھولا بھیا سے کیوں نہیں کہتے؟ میں کہہ دیتا ہوں، کبھی ملیں گے تو کہوں گا۔ تمھارے سبھاؤ سے بڑی کھس (خوش) رہتی ہے کہتی ہے، ایسا مرد ہی نہیں دیکھا، جب بات کریں گے تو نیچی آنکھیں کرکے کبھی سر نہیں اٹھاتے۔"

بھولا پر جو نشہ چڑھ رہا تھا اس کو اس بھرے ہوئے پیالے نے اور گہرا کر دیا۔ بولا "بھلا آدمی وہی ہے جو دوسروں کی بہو بیٹی کو اپنی بہو بیٹی سمجھے جو شٹ کسی عورت کو تاکے اسے گولی مار دینی چاہیئے۔"

"یہ تم نے لاکھ روپئے کی بات کہہ دی بھائی! بس بھلا مانس وہی جو دوسروں کی آبرو کو اپنی آبرو سمجھے۔"

"جس طرح مرد کے مرجانے سے عورت بے سہارے ہو جاتی ہے اسی طرح عورت کے مرجانے سے مرد کے ہاتھ پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ میرا تو گھر اجڑ گیا مہتو، کوئی ایک لوٹا پانی دینے والا نہیں۔"

پارسال بھولا کی عورت تو لگ جانے سے مر گئی تھی؛ یہ ہوری جانتا تھا۔ لیکن پچاس برس کا کھانکھڑ بھولا اپنے اندر اتنی چکناہٹ رکھتا ہے، اسے وہ نہ جانتا تھا۔ عورت کی چاہ میں اس کی آنکھیں آبگوں ہوگئیں۔ ہوری کو سہارا مل گیا۔ اس کی کاروباری کاشتکارانہ عقل جاگ اٹھی۔

"پرانی مثل جھوٹی تھوڑی ہے۔ بن گھرنی گھر بھوت کا ڈیرا، کہیں سگائی ٹھیک نہیں کر لیتے؟"

"ناک میں ہوں مہتو، پر کوئی پھنستا نہیں۔ سو پچاس کھرچ (خرچ) کرکے بھی تیار ہوں۔ جیسی بھگوان کی مرجی (مرضی)!"

"اب میں بھی کھوج میں رہوں گا۔ بھگوان چاہیں گے تو جلدی گھر بس جائے گا۔"

"بس یہی سمجھ لو کہ اُبار لوگے بھیّا۔ گھر میں کھانے کو بھگوان کا دیا بہت ہے۔ چار پنسیری دودھ روج (روز) ہو جاتا ہے۔ لیکن کس کام کا؟"

"میری سسرال میں ایک عورت ہے۔ تین چار سال ہوتے کہ اس کا آدمی اسے چھوڑ کر کلکتہ چلا گیا تھا۔ بیچاری پسائی کر کے دن کاٹ رہی ہے۔ بال بچہ بھی کوئی نہیں۔ دیکھنے سننے میں بھی اچھی ہے۔ بس لچھمی سمجھ۔"

"بھولا کا سکڑا ہوا چہرا جیسے پھول اٹھا۔ امید میں کتنا امرت ہے بولا "اب تمہارا ہی آسرا ہے مہتو، چھٹی ہو تو چلو ایک دن دیکھ آئیں۔"

میں ٹھیک ٹھاک کر کے تب تم سے کہوں گا۔ بہت جلدی کرنے سے بھی کام بگڑ جاتا ہے۔"

"جب تمہاری کھسی (خوشی) چلو، جلدی کاہے کی! اس کبری گائے پر جی للچایا ہو تو لے لو۔"

یہ گائے میرے بس کی نہیں ہے دادا۔ میں تمہیں نکسان (نقصان) نہیں پہنچانا چاہتا۔ اپنا دھرم یہ نہیں کہ دوستوں کا گلا دبائیں۔ جیسے اتنے دن بیتے ہیں ویسے اور بھی بیت جائیں گے۔"

تم تو ایسی باتیں کرتے ہو ہوری، جیسے ہم تم دو ہیں، تم گائے لے جاؤ دام جو چاہے دے دینا۔ جیسے میرے گھر وہی ویسے تمہارے گھر۔ اسی میں لی تھی تم اسی ہی دے دینا۔ جاؤ۔"

"پر میرے پاس نگد (نقد) نہیں ہے دادا۔ سمجھ لو۔"

"تو تم سے نگد مانگتا کون ہے بھائی!"

ہوری کا سینہ گز بھر کا ہو گیا۔ اسی روپئے میں گائے مہنگی نہ تھی۔ ایسا اچھا ڈیل ڈول، دونوں وقت میں چھ، سات سیر دودھ اور پھر سیدھی ایسی کہ ایک بچہ بھی دوہ لے۔ اس کا تو ایک ایک بچھڑا سو سو کا ہو گا۔ دروازے پر بندھے گی تو سوبھا بڑھ جائے گی۔ اسے ابھی کوئی چار سو

روپئے دینے تھے۔ لیکن ادھار کو ایک طرح سے مفت سمجھتا تھا۔ کہیں بھولا کی سگائی ٹھیک ہوگئی تو وہ بولے گا بھی نہیں۔ سگائی نہ بھی ہوتی تو ہوری کا کیا بگڑتا ہے۔ یہی تو ہوگا کہ بھولا بار بار تقاضا کرنے آئے گا، گالیاں دے گا، مگر ہوری کو اس کی زیادہ شرم نہ تھی۔ اس برتاؤ کا وہ عادی تھا۔ کسان کی زندگی کا تو یہ چڑھاوا ہے۔ بھولا کے ساتھ وہ دغا کر رہا تھا اور ایسا کرنا اس کی شان کے شایاں نہ تھا۔ اب بھی لین دین میں اس کے لئے لکھا پڑی ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہ تھا۔ قحط اور سیلاب کی بلائیں اس کے دل کو کمزور بناتے رہتی تھیں خدا کی قہر آلود شکل ہمیشہ اس کے سامنے رہتی تھی۔ مگر یہ دغا اس کے خیال میں دغا نہ تھی۔ یہ صرف اپنا مطلب گانٹھنا تھا اور یہ کوئی بری بات نہ تھی۔ ایسی دغا تو وہ دن رات کرتا رہتا تھا۔ گھر میں دو چار روپئے پڑے رہنے پر بھی مہاجن کے سامنے قسمیں کھا جاتا تھا کہ ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔ سن کو کچھ نم کر دینا اور روئی میں کچھ بنولے بھر دینا اس کے دھرم میں جائز تھا اور یہاں تو صرف خود غرضی نہ تھی تھوڑا سا دل بہلاؤ بھی تھا۔ بوڑھوں کی بدشوقی ہنسنے کی چیز ہو اور ایسے بوڑھوں سے اگر کچھ اینٹھ بھی لیا جائے تو کوئی گناہ نہیں۔

بھولا نے گائے کے گلے کی ڈور ہوری کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا لے جاؤ مہتو تم بھی کیا یاد کرو گے، بیاتے (جنتے) ہی چھ سیر دودھ لے لینا۔ چلو میں تمہارے گھر تک پہنچا دوں۔ شاید تمہیں انجان سمجھ کر راہ میں کچھ تنگ کرے۔ اب تم سے سچ کہتا ہوں کہ مالک بنتے روپئے دیتے تھے پر اُن کے یہاں گئوؤں کی کیا کدر (قدر)؟ مجھ سے لے کر کسی حاکم حکام کو دے دیتے اُن کو گئو کی سیوا سے کیا مطلب؟ وہ تو کھون (خون) چوسنا جانتے ہیں

جب تک دودھ دیتی، رکھتے پھر کسی کے ہاتھ بیچ ڈالتے۔ کس سے پالا پڑتا کون جانے؟ روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہے بھیا، کچھ اپنا دھرم بھی تو ہے۔ تمھارے گھر آرام سے رہے گی تو۔ یہ تو نہ ہوگا کہ تم آپ کھا کر سو رہو اور گائے بھوکی کھڑی رہے اس کی سیوا کروگے، اُسے پیار کروگے، چمکاروگے، گئو ماتا اسیس دیگی تم سے کیا کہوں بھیا، گھر میں چٹکی بھر بھی بھوسہ نہیں رہا، روپئے سب بجار (بازار) میں اُٹھ گئے۔ سوچا تھا کہ مہاجن سے کچھ لے کر بھوسہ لے لیں گے، پر مہاجن کا پہلا روپیہ ہی نہیں چکا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اتنے جانوروں کو کیا کھلائیں یہی پھکر (فکر) مارے ڈالتی ہے۔ چٹکی چٹکی بھر کھلاؤں تو مَن بھر روج (روز) لگے۔ بھگوان ہی پار لگاویں۔"

ہوری نے ہمدردی کے لہجے میں کہا: "تم نے ہم سے پہلے کیوں نہ کہا؟ ہم نے ایک گاڑی بھوسہ بیچ دیا۔"

بھولا نے پیشانی ٹھونک کر کہا: "اسی لئے نہیں کہا بھیا، کہ سب سے اپنا دکھڑا کیوں روویں؟ بانٹتا کوئی نہیں، ہنستے سب ہیں۔ جو گائیں دودھ نہیں دیتیں ان کا دکھ نہیں، پتی سستی کھلا کر جلا لوں گا۔ پر اب یہ تو رات بنا (بغیر) نہیں رہ سکتی۔ ہو سکے تو دس بیس روپئے بھوسہ کے لئے دے دو۔"

کسان پکا سُوارتھی ہوتا ہے اس میں شبہ نہیں اس کی گانٹھ سے رشوت کے پیسے بڑی مشکل سے نکلتے ہیں۔ بھاؤ تاؤ میں بھی وہ چوکس ہوتا ہے، سُود کی ایک ایک پائی چھڑانے کے لئے وہ مہاجن کی گھنٹوں خوشامد کرتا ہے۔ جب تک پورا یقین نہ ہو جائے وہ کسی کے بہکانے میں نہیں آتا، لیکن اس کی ساری زندگی قدرت کا پورا ساتھ دیتے ہوئے

گذرتی ہے۔ پیڑوں میں پھل لگتے ہیں جنہیں سب کھاتے ہیں، کھیتوں میں اناج ہوتا ہے جو دنیا کے کام آتا ہے، گائے کے تھن میں دودھ ہوتا ہے جسے وہ خود پینے نہیں جاتی بلکہ دوسرے ہی پیتے ہیں، بادل سے پانی برستا ہے جس سے زمین آسودہ ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں مذموم خود غرضی کی گنجائش کہاں؟ ہوری کسان تھا اور کسی کے جلتے ہوئے گھر میں ہاتھ سینکنا اس نے سیکھا ہی نہ تھا بھولا کا دکھڑا سنتے ہی اس کی طبیعت بدل گئی ڈور بھولا کے ہاتھ میں واپس کرتا ہوا بولا: روپئے تو دادا میرے پاس نہیں ہیں، ہاں تھوڑا سا بھوسہ بچا ہے وہ تمھیں دوں گا چل کر اٹھوالو۔ بھوسہ کے لئے تم گائے بیچو گے اور میں لوں گا، میرے ہاتھ نہ کٹ جائیں گے!"

بھولا نے بھرے گلے سے کہا "تمھارے بیل بھوکوں نہ مریں گے؟ تمھارے پاس ہی ایسا کون بہت سا بھوسہ رکھا ہے۔"

نہیں دادا، اب کی بھوسہ اچھا ہو گیا تھا۔"

"میں نے تم سے ناحک (ناحق) بھوسے کی چرچا کی تھی۔"

"تم نہ کہتے اور پیچھے سے مجھے معلوم ہوتا تو بڑا رنج ہوتا کہ تم نے مجھے اتنا گیر (غیر) سمجھ لیا۔ موکے (موقعے) پر بھائی کی مدد بھائی نہ کرے تو کام کیسے چلے؟"

"اچھی گائے کو لیتے جاؤ۔"

"کبھی نہیں دادا، پھر لے لوں گا۔"

"تو بھوسہ کے دام دودھ میں کٹوا لینا۔"

ہوری نے غمگین لہجے میں کہا۔ "دام کوڑی کی اس میں کون بات ہے دادا؟ میں ایک دو جون تمھارے گھر کھا لوں تو تم مجھ سے دام مانگو گے؟"

لیکن تمھارے بیل بھوکوں مریں گے کہ نہیں ؟"

بھگوان کوئی نہ کوئی راہ نکالیں گے۔ اساڑھ سر پر ہے۔ کربی بولوں گا۔"

"مگر یہ گائے تمھاری ہوگئی جب چاہو آکر لے جانا۔"

"کسی بھائی کا لیلام (نیلام) پر چڑھا ہوا بیل لینے میں جو پاپ ہے وہی اس سمے تمھاری گائے لینے میں ہے۔"

ہوری میں بال کی کھال نکالنے کی طاقت ہوتی تو وہ خوشی سے گائے لے کر گھر کی راہ لیتا۔ بھولا جب نقد روپے نہیں مانگتا تو ظاہر تھا کہ وہ بھوسے کے لئے گائے نہیں بیچ رہا تھا اس کا منشا کچھ اور ہے۔ لیکن جیسے پتوں کے کھڑکنے پر گھوڑا اچانک رک جاتا ہے اور مار نے پر بھی نہیں بڑھتا وہی حالت ہوری کی تھی۔ مصیبت کی چیز لینا پاپ ہے یہ بات جنم جنم سے اس کے دل کا جزو بن گئی تھی۔

بھولا نے پوچھا "تو کسی کو بھیج دوں بھوسے کے لئے ؟"

ہوری نے جواب دیا "ابھی میں رائے صاحب کے ڈیوڑھی پر جا رہا ہوں وہاں سے گھڑی بھر میں لوٹوں گا تب کسی کو بھیجنا۔"

بھولا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، بولا : تم نے آج مجھے اُبار لیا۔ ہوری بھائی! مجھے اب معلوم ہوا کہ میں سنسار میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرا بھی کوئی ساتھی ہے۔" ایک لمحے کے بعد اس نے پھر کہا "اس بات کو بھول نہ جانا!"

ہوری آگے بڑھا تو اس کا دل خوش تھا، طبیعت میں ایک عجیب زندہ دلی تھی۔ کیا ہوا دس پانچ من بھوسہ چلا جائے گا، بیچارے کو مصیبت

میں پڑکر اپنی گائے تو نہ بیچنی پڑے گی۔ جب پاس چارہ ہو جائے گا تب گائے کھول لاؤں گا۔ بھگوان کریں مجھے کوئی عورت مل جائے پھر تو کوئی بات ہی نہیں۔

اُس نے مڑ کر دیکھا تو وہی کبری گائے دُم سے مکھیاں اڑاتی، سر ہلاتی مستانہ وار آہستہ آہستہ جھومتی چلی جاتی تھی، جیسے لونڈیوں کے بیچ میں کوئی رانی ہو۔ کیسا مبارک ہوگا وہ دن جب وہ گائے اس کے دروازہ پر بندھے گی!۔

(۲)

سمری اور بیلاری دونوں صوبہ اودھ کے گانوں ہیں۔ ضلع کا نام بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہوری بیلاری میں رہتا ہے اور رائے صاحب اگپال سنگھ سمری میں دونوں گانوں میں صرف پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ پچھلی سیتا گڑھ کی لڑائی میں رائے صاحب نے بڑا نام کمایا تھا۔ کونسل کی ممبری چھوڑ کر جیل گئے تھے۔ جبھی سے ان کے علاقے کے اسامیوں کو ان سے بڑی عقیدت ہوگئی تھی۔ یہ نہیں کہ ان کے علاقے میں اسامیوں کے ساتھ کوئی خاص رعایت کی جاتی ہو یا تاوان بیگار کی سختی کچھ کم ہو، مگر یہ ساری بدنامی مختاروں کے سر تھی۔ رائے صاحب کی نیک نامی میں کوئی ٹبہ نہ لگ سکتا تھا۔ وہ بیچارے بھی تو اسی ضابطہ کے غلام تھے۔ ضابطے کا کام تو جیسے ہوتا چلا آیا ہے ویسا ہی ہوگا۔ رائے صاحب کی شرافت اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکتی تھی۔ اس لئے آمدنی اور اختیارات میں جوبھر کی کمی نہ ہونے پر بھی ان کی نیک نامی میں منوں اضافہ ہوگیا تھا۔ اسامیوں سے وہ ہنس کر بولتے تھے یہی کیا کم تھا؟ شیر کا کام تو شکار کرنا ہے۔ اگر وہ گرجنے اور غرانے کے بجائے میٹھی بولی بول سکتا تو اسے گھر بیٹھے من چاہا شکار مل جاتا، شکار کی کھوج میں اسے جنگل میں نہ بھٹکنا پڑتا۔

رائے صاحب قوم پرست ہونے پر بھی حاکموں سے میل جول قائم رکھتے تھے۔ ان کی نذریں اور ڈالیاں جیون کی تیوں چلی آتی تھیں۔ علم ادب اور موسیقی سے دلچسپی تھی، ڈرامے کے شایق، اچھے مقرر، اچھے مضمون نگار اور بڑے نشانہ باز تھے۔ ان کی بیوی کو مرے آج دس سال ہو چکے تھے۔ دوسری

شادی نہ کی تھی، ہنس بول کر اپنی تنہا زندگی مزے میں کاٹتے رہتے تھے۔ ہوری ڈیوڑھی پر پہنچا تو دیکھا کہ جیٹھ کے دسہرہ پر ہونے والے دھنش یگیہ کی تیاریاں بڑے زوروں سے ہو رہی ہیں۔ کہیں اسٹیج بن رہا ہے، کہیں پنڈال، کہیں مہمان خانہ اور کہیں دکانیں۔ دھوپ تیز ہوگئی تھی مگر رائے صاحب خود کام میں لگے ہوئے تھے۔ اپنے باپ کی دولت کے ساتھ انھوں نے رام کی بھگتی بھی پائی تھی اور دھنش یگیہ کو ناٹک کا روپ دے کر اسے مہذب دل بہلاؤ کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ اس موقع پر ان کے دوست احباب اور حکام سبھی مدعو ہوتے تھے اور علاقے میں دو تین دن بڑی چہل پہل رہتی تھی۔ رائے صاحب کا کنبہ بہت بڑا تھا۔ کوئی ڈیڑھ سو سردار ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ کئی چچا تھے۔ درجنوں چچا زاد بھائی، کئی حقیقی بھائی اور بیسیوں رشتہ کے بھائی۔ ایک چچا رادھا جی کے بڑے بھگت تھے اور برابر بندرابن میں رہا کرتے تھے۔ بھگتی کے کتنے ہی گیت بنا ڈالے تھے اور وقتاً فوقتاً انھیں چھپا کر دوستوں میں تقسیم بھی کر دیتے تھے۔ ایک اور چچا بھی تھے جن کو رام سے بڑی عقیدت تھی اور فارسی میں رامائن کا ترجمہ کر رہے تھے۔ ریاست کے سب وثیقے مقرر تھے۔ کسی کو کوئی کام کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

ہوری باہر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اپنے آنے کی اطلاع کیسے دے کہ یکایک رائے صاحب اسی طرف آ نکلے اور اسے دیکھتے ہی بولے "ارے تو آ گیا ہوری، میں تو تجھے بلانے ہی والا تھا۔ دیکھ، ابھی تجھے راجہ جنک کا مالی بننا پڑے گا، سمجھ گیا نا؟ جس وقت شری جانکی جی مندر میں پوجا کرنے جاتی ہیں اسی وقت تو ایک گلدستہ لئے کھڑا رہے گا اور جانکی جی کی بھینٹ کرے گا۔ غلطی نہ کھانا اور دیکھ، اسامیوں سے تاکید کر کے کہہ دینا کہ سب کے سب شگون کرنے آئیں۔

"میرے ساتھ کوٹھی میں آ، تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

وہ آگے آگے کوٹھی کی طرف چلے، ہوری پیچھے پیچھے چلا۔ وہیں ایک گھنے پیڑ کے سائے میں وہ کرسی پر بیٹھ گئے اور ہوری کو زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کرکے بولے "سمجھ گیا میں نے کیا کہا؟ کارکن کو تو جو کچھ کرنا ہے وہ کرے ہی گا، مگر سامی جس قدر دل سے اسامی کی باتیں سنتا ہے کارکن کی نہیں سنتا ہمیں ان ہی پانچ سات دنوں میں بیس ہزار کا بندوبست کرنا ہے۔ کیسے ہوگا، سمجھ میں نہیں آتا۔ تم سوچتے ہوگے کہ مجھ ٹکے کے آدمی سے مالک کیوں اپنا دکھڑا رونے بیٹھے۔ کس سے اپنے من کی کہوں؟ نجانے کیوں تمھارے اوپر اعتبار ہوتا ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ دل میں مجھ پر ہنسوگے نہیں اور ہنسو بھی تو تمھاری ہنسی میں برداشت کرسکتا ہوں۔ البتہ ان کی ہنسی نہیں سہ سکتا جو اپنے برابر کے ہیں کیونکہ ان کی ہنسی میں حسد، بغض اور طنز ہے۔ اور وہ کیوں نہ ہنسیں میں بھی تو ان کی تکلیف، مصیبت اور پست حالی پر ہنستا ہوں، دل کھول کر تالیاں بجاکر۔ دولت اور ہمدردی میں بیر ہے۔ ہم بھی دان دیتے ہیں، دھرم کرتے ہیں، لیکن جانتے ہو کیوں؟ صرف اپنے برابر والوں کو نیچا دکھانے کے لئے، ہمارا دان اور دھرم محض غرور اور خالص غرور ہے۔ ہم میں سے کسی پر ڈگری ہوجائے کسی کی قرقی ہو، بقایا مال گذاری کی علت میں حوالات ہوجائے، کسی کا جوان لڑکا مرجائے، کسی کی بیوہ بہو کل جائے، کسی کے گھر میں آگ لگے، کوئی کسی بیوا کے ہاتھوں لٹ جائے یا اپنے اسامیوں سے پٹ جائے تو اس کے اور سبھی بھائی اس پر ہنسیں گے اور تالیاں بجائیں گے گویا انہیں کل دنیا کی دولت مل گئی اور ملیں گے تو اتنی مجبت سے گویا ہمارے پسینے کی جگہ خون بہائیں گے! اری اور تو اور، ہماری چچا زاد، پھوپھو زاد، ماموں زاد اور خالو زاد بھائی جو اسی ریاست کی

کی بدولت مزے اڑا رہے ہیں، شعر کہہ رہے ہیں اور جُوا کھیل رہے ہیں، شراب پی رہے ہیں اور عیاشی کر رہے ہیں، وہ بھی مجھ سے جلتے ہیں اور اگر آج مرجاؤں تو گھی کے چراغ جلائیں۔ میرے دکھ کو دکھ سمجھنے والا کوئی نہیں۔ ان کی نگاہوں میں مجھے دکھی ہونے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ میں اگر روتا ہوں تو غم کا مضحکہ اڑاتا ہوں! میں اگر بیمار ہوتا ہوں تو مجھے سکھ ہوتا ہے میں اگر اپنا بیاہ کرکے گھر میں جھگڑا نہیں بڑھاتا تو یہ میری خود غرضی ہے اور اگر بیاہ کروں تو وہ عیش پسندی ہوگی۔ اگر شراب نہیں پیتا تو میری کنجوسی ہے، شراب پینے لگوں تو وہ رعایا کا خون ہوگی۔ اگر عیاشی نہیں کرتا تو خشک مزاج ہوں، عیاشی کرنے لگوں تو پھر کہنا ہی کیا۔ ان لوگوں نے مجھے عیش و عشرت میں مبتلا کرنے کے لئے کم چالیں نہیں چلیں اور اب تک چلے جاتے ہیں ان کی یہی خواہش ہے کہ میں اندھا ہو جاؤں اور وہ لوگ مجھے لوٹ لیں اور میرا فرض یہ ہے کہ میں سب کچھ دیکھ کر بھی کچھ نہ دیکھوں، سب کچھ جان کر بھی گدھا بنا رہوں۔"

رائے صاحب نے گاڑی آگے بڑھانے کے لئے دو بیڑے پان کھائے اور ہوتی کے منہ کی طرف تاکنے لگے گویا اس کے دلی خیالات جاننا چاہتے ہوں۔

ہوری نے ہمت کرکے کہا "ہم سوچتے تھے کہ ایسی باتیں ہمیں لوگوں میں ہوتی ہیں، پر جان پڑتا ہے کہ بڑے آدمیوں میں بھی ان کی کمی نہیں ہے۔"

رائے صاحب نے منہ پان سے بھر کر کہا "تم ہمیں بڑا آدمی سمجھتے ہو۔ ہمارے نام بڑے ہیں مگر درشن چھوٹے! غریبوں میں اگر حسد یا دشمنی ہے تو سوارتھ کے لئے پیٹ کے لئے۔ ایسی حسد اور دشمنی کو میں معافی کے

قابل سمجھتا ہوں۔ ہمارے منہ کا لقمہ کوئی چھین لے تو اس کے حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا ہمارا دھرم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو دیوتا ہیں۔ بڑے آدمیوں کا حسد اور دشمنی صرف لطف اٹھانے کے لئے ہے۔ ہم اتنے بڑے آدمی ہوگئے ہیں کہ ہمیں مکاری اور کمینہ پن ہی میں پورا مزہ آتا ہے ہم دیوتا پن کے درجہ پر پہنچ گئے ہیں جب ہمیں اوروں کے رونے پر ہنسی آتی ہے۔ اسے تم تھوڑی ریاضت نہ سمجھو۔ جب اتنا بڑا کینہ ہے تو کوئی نہ کوئی تو ہمیشہ ہی بیمار رہے گا اور بڑے آدمیوں کے روگ بھی بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بڑا آدمی ہی کیا جسے کوئی چھوٹا عارضہ ہو؟ معمولی بخار بھی آجائے تو ہمیں سرسام کی دوا دی جاتی ہے، ذراسی پھنسی بھی نکل آئے تو وہ زہر باد بن جاتی ہے۔ اب چھوٹے سرجن اور منجھولے سرجن اور بڑے سرجن تار سے بلائے جا رہے ہیں، مسیح الملک کو لانے دہلی آدمی بھیجا جا رہا ہے اور راج وید کو لانے کے لئے کلکتہ اُدھر مندر میں دُرگا پاٹ ہو رہا ہے اور جوتشی مہاراج زائچہ دیکھ رہے ہیں اسے اور منتر جنتر والے گرد اپنے کام میں مصروف ہیں۔ راجہ صاحب کو جمراج (فرشتہ اجل) کے منہ سے نکالنے کے لئے دوڑ لگی ہوئی ہے حکیم اور ڈاکٹر اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب ان کا سر دکھے اور کب ان کے گھر میں سونے کی برکھا ہو اور یہ روپئے تم سے اور تمھارے بھائیوں سے وصول کئے جاتے ہیں، بھالے کی نوک پر! مجھے تو یہی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں تمھاری آہوں کی آگ ہمیں بھسم نہیں کر ڈالتی مگر نہیں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ بھسم ہونے میں تو بہت دیر نہیں لگتی تکلیف بھی ذرا ہی دیر کی ہوتی ہے۔ ہم جوجوا در انگل انگل کرکے جلتے جا رہے ہیں اُس بلا سے بچنے کے لئے ہم پولیس کی، حاکموں کی، عدالت کی اور وکیلوں کی پناہ لیتے ہیں اور خوبصورت عورت کی طرح سبھی کے ہاتھوں کا کھلونا بنتے ہیں

دنیا سمجھتی ہے ہم بڑے سکھی ہیں۔ ہمارے پاس علاقے، محل، سواریاں، نوکر چاکر، قرض، بیوائیں، کیا نہیں ہیں؟ مگر جس کے دل میں طاقت نہیں خودداری نہیں وہ اور چاہے کچھ ہو انسان نہیں ہے۔ جسے دشمن کے خوف سے رات کو نیند نہ آتی ہو، جس کے دکھ پر سب ہنسیں اور رونے والا کوئی نہ ہو، جس کی چوٹی دوسروں کے پیروں کے نیچے دبی ہو، جو عیش و عشرت کے نشے میں اپنے کو بالکل بھول گیا ہو، جو حاکموں کے تلوے چاٹتا ہو اور اپنے ماتحتوں کا خون چوستا ہو، اسے میں سکھی نہیں کہتا وہ تو دنیا کا سب سے بڑا بدنصیب جان دار ہے۔ صاحب شکار کھیلنے آئیں یا دورے پر، میرا فرض ہے کہ ان کی دُم کے پیچھے لگا رہوں، ان کے ابروؤں پر شکن پڑی اور ہماری جان نکلی۔ انھیں خوش کرنے کے لئے ہم کیا نہیں کرتے مگر وہ سب کہنے لگیں تو شاید تمھیں یقین نہ آئے۔ ڈالیوں اور رشوتوں تک خیر غنیمت ہے، ہم سجدے کرنے کو بھی تیار رہتے ہیں۔ مفت خوری نے تو ہمیں بے ہاتھ پیر کا بنا دیا ہے ہمیں اپنی مردیت پر ذرا بھی بھروسہ نہیں، صرف افسروں کے آگے دم ہلا ہلا کر کسی طرح انھیں مہربان رکھنا اور ان کی مدد سے اپنی رعایا پر رعب جمانا ہی ہمارا کام ہے۔ چاپلوسوں کی خوشامد نے ہمیں اتنا مغرور اور تنگ مزاج بنا دیا ہے کہ ہم سے شرافت، عاجزی اور خدمت سب رخصت ہو گئی ہیں میں تو کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اگر سرکار ہمارے علاقے چھین کر ہمیں اپنی روزی کے لئے محنت کرنا سکھا دے تو ہم پر بڑا احسان ہو اور یہ تو یقینی ہے کہ اب سرکار بھی ہماری حفاظت نہ کرے گی۔ اب ہم سے اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ علامات سے ظاہر ہے کہ ہمارا طبقہ بہت جلد مٹ جانے والا ہے میں اس دن کا خیر مقدم کرنے کو تیار بیٹھا ہوں ایشور وہ دن جلد لائے! وہ ہمارے